کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام دوسرے مُلک کی جنسیت اختیار کرنے کے بارے میں ؟ -

کیونکہ دوسرے ملک کی جنسیت کو حاصل کرنے کے لئے کچھ قواعد و ضوابط کا پرچہ ملتا ہے اسکو حامی نامہ کہا جاتا ہے اُس میں قاعدہ ہوتا ہے - کہ ~~وقت~~ حربِ عام کے وقت اگر ہمارے ملک کی لڑائی دنیا کے کسی بھی ملک سے ہوئی تو آپکو بحیثیت سپاہی کی جگہ پر دوسرے ملک سے لڑنا ہوگا آپ اس سے راضی ہیں"

① آیا اس قاعدہ کو قبول کرکے دوسرے غیر اسلامی ملک کی جنسیت اختیار کرنا ٹھیک ہے ؟ ② اگر نہیں ؟ تو آیا اسکا کوئی جواز ہے ؟

کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ اس غیر اسلامی ملک کی لڑائی اسلامی ملک سے ہوجائے اور اس مسلمان کو اپنے اُس قاعدہ کے ذریعے سے ~~لڑنا ہوگا~~ اسلامی ملک سے لڑنا ہوگا ۔

(جواب منسلک ہے)

دار الافتاء
فتوی نمبر ۸۲/۱۸۵۵
مورخہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل جواب سے پہلے مندرجہ ذیل تفصیل ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے،

کسی غیر مسلم ملک میں مستقل رہائش اور قومیت اختیار کرنے کا حکم حالات وزمانہ کے اعتبار سے مختلف ہے:

(۱)۔۔اگر ایک مسلمان کو اسکے وطن میں کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچائی جارہی ہو یا اسکو جیل میں ظلماً قید کیا جارہا ہو یا اسکی جائیداد ضبط کرلی جائے اور کسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنے کے سوا ان مظالم سے بچنے کی اسکے پاس کوئی اور صورت نہ ہو۔ ایسی صورت میں اسکے لیے کسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنا اور اس ملک کا ایک باشندہ بن کر وہاں رہنا بلا کراہت جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ اس بات کا اطمینان کرلے کہ وہاں جاکر عملی زندگی میں دین کے احکام پر کاربند رہے گا اور وہاں رائج شدہ منکرات وفواحشات سے اپنے کو محفوظ رکھ سکے گا۔

(۲)۔۔اسی طرح اگر کوئی شخص معاشی مسائل سے دوچار ہوجائے اور تلاشِ بسیار کے باوجود اسے اپنے اسلامی ملک میں معاشی وسائل حاصل نہ ہوں، حتی کہ وہ ضروری خرچہ کا بھی محتاج ہوجائے ان حالات میں اگر اسکو غیر مسلم ملک میں کوئی جائز ملازمت مل جائے، جسکی بناء پر وہ وہاں رہائش اختیار کرلے تو مذکورہ بالا دو شرائط (جن کا بیان نمبر ایک میں گذرا) اسکے لیے وہاں رہائش اختیار کرنا جائز ہے، اس لیے کہ حلال کمانا بھی دوسرے فرائض کے بعد ایک فرض ہے جسکے لیے شریعت نے کسی مکان اور جگہ کی قید نہیں لگائی بلکہ عام اجازت دی ہے کہ جہاں چاہو رزقِ حلال تلاش کرو چنانچہ قرانِ کریم کی آیت ہے:

﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴾

ترجمہ: "وہ ایسی ذات ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو مسخر کردیا، اب تم اسکے راستے میں چلو، اور خدا کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کے پاس زندہ ہوکر جانا ہے۔"

(۳)۔۔اسی طرح اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم ملک میں اس نیت سے رہائش اختیار کرے کہ وہ وہاں کے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دے گا اور ان کو مسلمان بنائے گا، یا جو مسلمان وہاں مقیم ہیں ان کو شریعت کے صحیح احکام بتائے گا اور ان کو دینِ اسلام پر جمے رہنے اور احکامِ شریعت پر عمل کرنے کی ترغیب دے گا، اس نیت سے وہاں رہائش اختیار کرنا بھی جائز ہے بلکہ موجبِ اجر وثواب ہے، چنانچہ بہت سے صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیھم

دار الافتاء

﴿جاری ہے۔۔۔﴾

Scanned by CamScanner

اجمعین نے اسی نیک ارادے اور نیک مقصد کے تحت غیر مسلم ممالک میں رہائش اختیار کی، اور جو بعد میں انکے فضائل و مناقب اور محاسن میں شمار ہونے لگی۔

(۴)۔۔اگر کسی شخص کو اپنے ملک اور شہر میں اس قدر معاشی وسائل حاصل ہیں، جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر کے لوگوں کے معیار کے مطابق زندگی گذار سکتا ہے، لیکن صرف معیارِ زندگی بہتر کرنے کی غرض سے اور خوشحالی اور عیش و عشرت کی زندگی گذارنے کی غرض سے کسی غیر مسلم ملک کی طرف ہجرت کرتا ہے تو ایسی ہجرت کراہت سے خالی نہیں، اسلئے کہ اس صورت میں دینی و دنیاوی ضروریات کے بغیر اپنے آپ کو وہاں رائج شدہ فواحشات و منکرات کے طوفان میں ڈالنے کے مترادف ہے اور بلا ضرورت اپنی دینی و اخلاقی حالت کو خطرہ میں ڈالنا کسی طرح بھی درست نہیں اس لیے کہ تجربہ اس پر شاہد ہے کہ جو لوگ صرف عیش و عشرت اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے کے لیے وہاں رہائش اختیار کرتے ہیں انکی دینی حمیت کمزور ہو جاتی ہے، چنانچہ ایسے لوگ کافرانہ محرکات کے سامنے تیز رفتاری سے پگھل جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے حدیث شریف میں شدید ضرورت اور تقاضے کے بغیر مشرکین کے ساتھ رہائش اختیار کرنے کی شدید ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ ابو داؤد میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿«من جامع المشرك وسكن معه فإنه مثله»﴾

ترجمہ: "جو شخص مشرک کے ساتھ موافقت کرے اور اسکے ساتھ رہائش اختیار کرے وہ اسی کے مثل ہے"۔ (ابو داود کتاب الضحایا) (۳/۹۳)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿«أنا بريء من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين» . قالوا: يا رسول الله لم؟ قال: «لا تراءى ناراهما»﴾ سنن أبي داود (۳/ ۴۵)

ترجمہ: "میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں، جو مشرکین کے درمیان رہائش اختیار کرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ! اسکی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ " ان دونوں کافر اور مسلمان کی آگ ایک دوسرے کو نظر نہ آئے یعنی ایک دوسرے سے دور رہائش اختیار کریں"

اور مراسیلِ ابی داؤد عن المکحول میں روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿جاری ہے۔۔۔﴾

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

﴿"اپنی اولاد کو مشرکین میں مت چھوڑو"﴾ (تہذیب السنن لابن قیم ۷ ۴۳۴ ج ۳)

اسی وجہ سے فقہاء فرماتے ہیں کہ صرف نفع کی غرض سے کسی مسلمانوں کا دار الحرب میں مستقل رہائش اختیار کرنا، اور انکی تعداد میں اضافہ کا سبب بننا ایسا فعل ہے جس سے اسکی عدالت مجروح ہو جاتی ہے۔(تکملہ رد المختار ج ا ص ۱۰۱)

(۵)۔۔پانچویں صورت یہ ہے کہ کوئی شخص سوسائٹی میں معزز بننے کے لیے اور دوسرے مسلمانوں پر اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے غیر مسلم ممالک میں رہائش اختیار کرتا ہے یا دارالکفر کی شہریت اور قومیت کو دارالاسلام کی قومیت پر فوقیت دیتے ہوئے اس کو افضل اور برتر سمجھتے ہوئے ان کی قومیت کو اختیار کرتا ہے یا اپنی پوری عملی زندگی میں یا بود و باش میں ان کا طرز اختیار کر کے ظاہری زندگی میں ان کی مشابہت اختیار کرنے کے لیے اور ان جیسا بننے کے لیے رہائش اختیار کرتا ہے۔ان تمام مقاصد کے لیے وہاں رہائش اختیار کرنا مطلقاً حرام ہے اور اپنے دین و آخرت کو سخت خطرہ میں ڈالنا ہے۔ جسکی حرمت محتاجِ دلیل نہیں ہے۔(ماخذہ فقہی مقالات ص ۲۳۴ تا ۲۳۸/ بتغیر یسیر)

اب اصل سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم ملک میں صرف بغرض تبلیغ دین یا بحالتِ مجبوری رہائش کی گنجائش ہے، لہذا مجبوری کے بغیر غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے، تاہم اگر مجبوری میں رہائش اختیار کرنی پڑ جائے تو ایسی صورت میں جنسیت حاصل کرنے کیلئے سخت مجبوری کی حالت میں قواعد وضوابط قبول کرتے وقت خلافِ شرع ضوابط کی تخصیص کی نیت بوجہ مجبوری معتبر ہے یعنی قواعد وضوابط قبول کرتے وقت یہ نیت کرنے کی گنجائش ہے کہ "میں شریعتِ اسلامیہ کے تابع رہتے ہوئے اس ملک کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی نہیں کرونگا" چنانچہ یہ نیت کرلینے سے خلاف شرع قواعد کا قبول کرنا لازم نہیں آئیگا۔(مأخذہٗ التبویب: ۱۷۵۲/۱/۱، ۱۷۰۳/۶۴ بتصرف)

لما فی بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (۳/ ۶۸) كتاب الأيمان باب فی الحلف فی الأكل والشرب وغيرهما ط دار الكتب العلمية

ولو حلف لا يأكل طعاما أو لا يشرب شرابا أو لا يذوق ونوى طعاما دون طعام أو شرابا دون شراب.

فجملة الكلام في هذا أن الحالف لا يخلو إما أن ينوي تخصيص ما هو مذكور وإما أن نوى تخصيص ما ليس بمذكور فإن نوى تخصيص ما هو مذكور بأن ذكر لفظا عاما وأراد به بعض ما دخل تحت اللفظ العام من حيث الظاهر يصدق فيما بينه وبين الله تعالى ولا يصدق في القضاء لأن التكلم بالعام على إرادة الخاص جائز إلا أنه خلاف الظاهر لأن اللفظ وضع دلالة على العموم

﴿جاری ہے۔۔۔﴾

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

والظاهر من اللفظ الموضوع دلالة على العموم في اللغة إرادة العموم فكان نية الخصوص خلاف الظاهر فلا يصدق قضاء-

وفي المبسوط للسرخسي (٨/ ١٧٧) كتاب الأيمان باب الأكل ط دار المعرفة بيروت

ولو حلف لا يأكل طعاما - ينوي طعاما بعينه - ، أو حلف لا يأكل لحما - ينوي لحما بعينه - فأكل غير ذلك لم يحنث، إلا أنه إذا كانت يمينه بالطلاق يدين فيما بينه وبين الله تعالى ولا يدين في القضاء؛ لأنه نوى التخصيص في اللفظ العام؛ لأنه ذكر الطعام منكرا في موضع النفي، والنكرة في موضع النفي تعم-

وفيه أيضاً (٣٠/ ٢١٥) كتاب الحيل

وذكر عن إبراهيم – رحمه الله – قال اليمين على نية الحالف إذا كان مظلوما، وإن كان ظالما فعلى نية المستحلف وبه نأخذ، ويقول: المظلوم يتمكن من دفع الظلم عن نفسه بما تيسر له شرعا في وإنما يحلف له ليدفع الظلم عن نفسه فتعتبر نيته في ذلك، والظالم مأمور شرعا بالكف عن الظلم واتصال الحق إلى المستحق فلا تعتبر نيته في اليمين، وإنما تعتبر نية المستحلف، وهذا لأن المدعي إذا كان محقا فاليمين مشروعة لحقه يمتنع الظالم عن اليمين لحقه فيخرج من حقه أو يهلك إن حلف كاذبا كما أهلك حقه فيكون إهلاكا بمقابلة إهلاك بمنزلة القصاص، وإنما يتحقق هذا إذا اعتبرنا نية المستحلف فأما إذا كان الحالف مظلوما فاليمين مشروعة لحقه، وهذا رجحان جانب الصدق في حقه، وانقطاع منازعة المدعي معه بغير حجة فتعتبر نية الحالف في ذلك؛ ولهذا يعتبر في اليمين علمه أيضا على ما روي عن الشعبي – رحمه الله – قال: من حلف على يمين ولا يستثني فالإثم والبر فيهما على علمه يعني إذا حلف، وعنده أن الأمر كما حلف عليه ثم تبين بخلافه لم يكن آثما في يمينه، وهو تفسير يمين اللغو عندنا؛ لأنه ما كان ظالما حين كان لا يعلم خلاف ما هو عليه فاعتبرنا ما عنده، وإذا كان يعلم خلاف ذلك فهو ظالم في يمينه فيكون آثما ويعتبر فيه نية ما عند صاحب الحق والله أعلم بالصواب----------------------**والله تعالى أعلم**

بن عزیز طارق

عزیز طارق بلوانی غفرلہ ولوالدیہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۳/ربیع الثانی/۱۴۳۸ھ

۳/جنوری/۲۰۱۷ء

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
۵/۴/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح
۵/۴/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح
محمد یعقوب عفی عنہ
۵/۴/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح
عبد المعز
۵/۴/۱۴۳۸ھ

دار الافتاء
۸۲/۱۸۵۴
۴/۳۸/۴۳۸ھ
۲۰۱۶/۱/۴